گوشۂ رمضان

طلوعِ قرآن، شبِ قرآن، شکرانۂ قرآن

محمود فاروقی

ادبِ اسلامی کی معروف شخصیت محمود فاروقی مرحوم اب ہمارے درمیان نہیں، لیکن ان کی یادگار تحریریں موجود ہیں۔ ان کا قلم اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے وقف تھا۔ ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے انھوں نے منفرد اور ممتاز مقام حاصل کیا۔ ایک روزنامہ میں "محراب و منبر" کے عنوان سے کئی برس تک تاریخ اسلامی کی جھلکیاں نہایت دلکش انداز سے پیش کیں۔ زندگی کا آخری حصہ انھوں نے شکاگو سے ایک ریڈیو پروگرام "تجلی" پیش کر کے گزارا۔ ان کا انتقال ۶ مارچ ۱۹۹۱ کو ہوا۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین۔

رمضان المبارک اور عید کی مناسبت سے "تجلی" سے تین نشریات یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔

۱

آخری چراغ

خلوتِ غارِ حرا کا ایک انعکاس

وہ شرارِ زندگی جو جنت سے زمین پر اترا، وہ چراغ جو اندھیرے سمندر میں سفینۂ نوحؑ کو روشن کر رہا تھا، وہ روشنی جسے ابراہیمؑ شہرِ اُر سے لے کر چلے تھے، جو کبھی دیدۂ یعقوبؑ میں نور بن کر اتری تھی، پھر کبھی روزنِ زنداں سے یوسفؑ کنعاں تک پہنچی تھی، جو فرعون کے دربار میں موسیٰؑ کے روشن ہاتھ پر جلوہ فگن ہوئی تھی، جس سے سلیمانِؑ اعظم نے اپنے ہیکل کو منوّر کیا تھا، اور جو صدیوں تک یروشلم کے میناروں پر فروزاں رہی، اور پھر جب یروشلم اس روشنی سے محروم ہو گیا تو عیسیٰؑ ابنِ مریم مسیح ناصری اس چراغِ ہدایت کو تھامے ہوئے پہاڑی پر چڑھے اور

انھوں نے اپنے حواریوں کو خوش خبری سنائی:

اندھیری دنیا کا چراغ روشن ہو کر رہے گا۔ تب سارے چہرے پہچان لیے جائیں گے کہ کون خداوند خدا کی بادشاہت کا طلب گار ہے، اور کون روشنی سے منہ پھیر کر الٹے قدم بھٹکنے والا گنہگار ہے!

اُف یہ بھیانک کائی

دنیا کے قدیم، مقدس ترین شہر میں زندگی بہت فرسودہ اور زنگ آلود ہوگئی تھی۔ موت کی طرح دھندلا گئی تھی۔ ذہنوں میں صدیوں کا جمود اور برسوں کا تعطل کائی کی طرح جم گیا تھا۔ یہ کائی بہت پرانی، تہ بہ تہ تھی۔ اس پر کاہنوں کے بے ربط مگر ہول انگیز بول ثبت تھے، مقدس مزامیر میں پڑھی جانے والی ناقابلِ فہم روایات جذب تھیں۔

یہ تہ بہ تہ کائی! ذہن پر، خیال پر، علم پر، فکر پر، انسان کے اندر، انسان کے باہر، سب جگہ اس کائی نے قبضہ جما رکھا ہے۔ اس سے کیسے چھٹکارا ملے۔

کیسے ہیں یہ لوگ!

یہ لوگ جو حرم کے گرد چکر لگاتے ہیں، جو بازاروں میں لین دین کرتے ہیں، جو سامانِ تجارت سے لدے ہوئے اونٹ لے کر صحرا کا دل چیرتے کبھی شام، کبھی مدائن کی طرف نکل جاتے ہیں، جو عکاظ کے میلے میں سڑی ہوئی کھجوروں کی شراب پیتے، اور پانسے پھینک کر جُوا کھیلتے، اور اپنے روایتی آہنگ میں شعر کا جواب شعر سے دیتے، اور بات بات پر تلواریں چمکاتے نظر آتے ہیں، جو سنگ دلی سے اپنی نومولود بیٹیوں کا گلا گھونٹ کر زمین میں دبا دیتے ہیں، جو بے جان پتھروں کے سامنے پیشانی جھکائے گڑگڑاتے ہیں، جو اپنے غلاموں سے وحشیانہ سلوک کرتے ہیں، جو لین دین میں دھوکہ اور فریب کو ہُنر جانتے ہیں، جن کے بوڑھے، حریص، اور دقیانوسی توہمات میں مبتلا ہیں، جن کے نوجوان لہو و لعب میں اور اوچھے مشغلوں میں منہمک ہیں۔ یہ غصے کے، نفرت کے، حسد کے بھوت! ارے یہ لوگ محبت سے کتنی دُور چلے گئے ہیں! انھیں کون واپس لائے؟

اندھیرا، ہولناک اندھیرا

یہ کیسا اندھیرا ہے؟

علم کی گپھاؤں میں بڑا ہولناک اندھیرا ہے۔ فکر و خیال کی دنیا حرکت و تموج سے محروم ہے۔

تحقیق کی راہیں تاریک پڑی ہیں۔ تلاش کرنے والے صدیوں پہلے نہ جانے کب آئے تھے۔ اور اب' قرن با قرن سے منزلیں گوش بر آواز' آنے والے قدموں کی راہ تک رہی ہیں! کوئی ہلکی سی چاپ؟ کسی دامنِ گزراں کی سرسراہٹ؟ کسی عطرِ سامان رہ نورد کی مہک؟

نہیں نہیں' کچھ بھی نہیں! کوئی بھی نہیں! اس طرف کوئی نہیں آیا! نہ صدا' نہ بازگشت! کچھ بھی نہیں! بس ایک سنسناتا ہوا تاریک خلا ہے! تاریک خلا میں کچھ سجھائی نہیں دیتا! آسمان زمین سے بہت دُور چلا گیا! بہت اونچا! دُور دُور تک ہلکی شعاع بھی نہیں دکھائی دیتی! دل اندھیرے ہیں' اور روحیں تاریک! اندھیرا! افق سے افق تک اندھیرا!

اور یہ آوازیں

یہ کیسی آوازیں ہیں؟

اس تاریک خلا میں مختلف سمتوں سے آتی ہوئی' یہ پُراسرار آوازیں! کاہنوں کے بے ربط مگر ہول انگیز بول! ناقابلِ فہم پیچ در پیچ روایتوں کے تذکرے! چیختے چلاتے توہمات! جھنجھناتے ہوئے سحر!

اندھیرا پُراسرار تھا۔ اس کا بولتا ہوا سکوت پُراسرار تھا۔ اس پردۂ سکوت میں دُور سے آتی ہوئی آوازیں' صدیوں کی سرگوشیاں' آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ قیاس و گمان حقیقت و یقین سے الجھے ہوئے تھے۔ یوں: ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی بنیادیں رکھی تھیں۔ موسیٰؑ بنی اسرائیل کو سمندر کا دل چیر کر اپنے ساتھ لائے تھے۔ عیسیٰؑ نے آسمانی رحمتوں کی بشارت سنائی تھی۔

یہ اللہ کے فرستادہ مقدس بندے تھے۔

نہیں نہیں' یہ اللہ کے اوتار تھے!

یہ اللہ کے بیٹے تھے!

یہ جزبھی تھے' کل بھی! ارے یہ تو خود خدا تھے!!

تجلی! وہ تجلی کہاں ہے؟

اندھیرے سکوت سے بلند ہوتی ہوئی مدھم پڑتی ہوئی یہ آوازیں کتنی متضاد' پُراسرار اور کتنی پریشان کن تھیں!

مگر آہ! حقیقت کیا ہے؟ حقیقت کہاں ہے؟ تجلی! وہ تجلی کہاں ہے؟ کہاں! کیوں؟ کیسے؟ کس کے ذریعہ؟

اُمّ القریٰ سے چھ میل کے فاصلہ پر حرا کی سنگین خاموشی میں یہ سوال بڑی اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ آنکھیں نیم وا تھیں۔ لب بند تھے۔ روح بے قرار تھی، بے چین و مضطرب تھی، سراپا سوال تھی، اور سراپا، مجسم روح تھا۔ ایک خاموش مگر بولتا ہوا سوال! ایک بولتی ہوئی مگر خاموش روح!

تجلی! وہ تجلی کہاں ہے؟؟

حرا کی خنک خاموشی میں انتظار کتنا بھاری اور بوجھل ہو گیا تھا!

مگر ایک شام

آخر ایک شام، ڈوبتے سورج کی زرد دھوپ میں، حدتِ شوق اور گرمیِ طلب نے حرا کی سنگینی کو پگھلا دیا! پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی! اللہ کا مقدس فرشتہ اس تجلی کو جلو میں لیے نمودار ہوا، جو وقفہ وقفہ سے زمین پر اترتی رہی تھی، جس کا دنیا کو عرصہ طویل سے انتظار تھا۔ تجلی نمودار ہوئی، گراں بار پلکیں اٹھیں۔ نظارہ، چشم منتظر میں کھل کھل گیا! دل بے تاب کا ہر شگوفہ کھل کھِل اٹھا! روح کے تشنہ لب نم نم ہو گئے! سوال کا جواب مل گیا! گتھیاں سلجھ گئیں! حقیقت واشگاف ہو گئی! فرشتے نے اللہ کا کلام سنایا۔

رب کائنات کے اپنے بول! جن میں زم زم کی طراوت اور کوثر کی شیرینی گھلی ملی تھی!

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○ (العلق ۹۶: ۱-۵)۔

پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا! جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو! اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

اللہ کے رسولؐ نے پڑھا۔ اور صدیوں سے جمی ہوئی کائی پھٹ گئی۔ زمانوں کا جمود ٹوٹ گیا۔ اندھیرے بھاگے۔ حرا جگمگا اٹھا۔ اور پھر حرا سے نکلنے والی تجلی نے زمانے کو روشن کر دیا۔ دنیا کو اس کا گم شدہ چراغ مل گیا! اور ایک نئے دَور کا آغاز ہو گیا!

کرن کرن اجالے

راہ نمائی کا ستارہ دامنِ شب پر ہیرے کی طرح دمک رہا تھا۔ اللہ رب العالمین نے پردۂ شب کو چاک کر کے روئے سحر کو جلوہ آرا کر دیا تھا۔ اندھیروں اور ظلمتوں کا دور ختم ہو رہا تھا۔ اجالے